فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر نفل نماز کے لیے تیمّم کیا، تو کیا اس تیمّم سے فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: تیمّم سے مکمل طہارت حاصل ہو جاتی ہے، وہ تمام اُمور جو وضو سے جائز ہوتے ہیں، تیمّم سے بھی جائز ہو جاتے ہیں۔

سوال: ایک شخص نے تیمّم کر کے نماز شروع کر دی، نماز کے دوران پانی مل گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: نماز مکمل کر لے، کیونکہ وہ تیمّم کر کے نماز شروع کر چکا ہے، البتہ اگلی نماز کے لیے وضو کرے۔

سوال: ظن غالب ہے کہ پانی مل جائے گا، تو کیا وہ پانی کے انتظار میں نماز میں تاخیر کر سکتا ہے یا تیمّم کر کے اول وقت میں نماز پڑھے؟

جواب: تھوڑی بہت تاخیر کر سکتا ہے۔

سوال: سفر میں ہے اور اس کے پاس پانی نہیں ہے، تو کیا وہ اس ارادہ سے اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم کر سکتا ہے کہ وہ تیمّم کر کے پاکی حاصل کر لیں گے؟

جواب: پانی نہیں ہے، تو بھی ازدواج قائم کیا جا سکتا ہے، تیمّم سے مکمل طہارت حاصل ہو جائے گی۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰی أَوْ عَلٰی سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾(المائدة : ٦)

''جنبی ہوں،تو غسل کرلیں،مریض ہوں،یا مسافر ہوں،قضائے حاجت سے فارغ ہوں یا بیوی سے مباشرت کی ہواور پانی میسر نہ ہو،تو پاک مٹی سے تیمّم کر لیں، چنانچہ چہرے اور ہاتھوں پر مٹی سے مسح کر لیں، اللہ آپ کو تنگی میں نہیں ڈالنا چاہتا، بل کہ یہ چاہتا ہے کہ آپ پاک ہو جائیں، وہ آپ پر اپنی نعمت تمام کرنا چاہتا ہے، تا کہ آپ شکر گزار بن جائیں۔''

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا قَضٰی خَلْقَهٗ اسْتَلْقٰی فَوَضَعَ إِحْدٰی رِجْلَيْهِ عَلَی الْأُخْرٰی، وَقَالَ : لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِي أَنْ يَّفْعَلَ هٰذَا .

''بلاشبہ اللہ عزوجل جب تخلیق کائنات سے فارغ ہوا، تو چت لیٹ گیا اور اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لی اور فرمایا: میری مخلوق میں سے کسی کو اس طرح نہیں لیٹنا چاہیے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 18، الأسماء والصّفات للبيهقي :761)

(جواب): روایت ضعیف ومنکر ہے۔ یہ اسرائیلی روایت معلوم ہوتی ہے، کسی راوی نے وہم وخطا کی بنا پر اسے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بنا دیا۔

① فلیح بن سلیمان جمہور کے نزدیک ”ضعیف وکثیر الخطا“ ہے۔ یہ روایت بھی اس کی خطا اور وہم معلوم ہوتی ہے۔

② محمد بن فلیح بن سلیمان بھی وہم اور خطا کا شکار ہو جاتا تھا۔

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”منکر“ کہا ہے۔

(الأسماء والصّفات، تحت الحديث: 761)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ غَرِيبٌ جِدًّا، وَفِيهِ نَكَارَةٌ شَدِيدَةٌ، وَلَعَلَّهٗ مُتَلَقًّى مِنَ الْإِسْرَائِيلِيَّاتِ اشْتَبَهَ عَلٰى بَعْضِ الرُّوَاةِ فَرَفَعَهٗ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”اس کی سند سخت غریب (منکر) ہے، اس میں شدید نکارت ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہو اور کسی راوی کو اشتباہ ہوا ہو اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہو۔“

(جامع المَسانيد والسّنن: 91/7)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اسے ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(مَجمع الزّوائد: 100/8)

(سوال): کیا روز قیامت ترازو کے دو پلڑے ہوں گے؟

(جواب): روز قیامت اعمال کا وزن ہو گا، یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی واجماعی

عقیدہ ہے۔ اعمال کا وزن جس ترازو سے ہوگا، اس کے دو پلڑے ہوں گے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلٰى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُولُ : أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟ فَيَقُولُ : لَا، يَا رَبِّ، فَيَقُولُ : أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُولُ : لَا يَا رَبِّ، فَيَقُولُ : بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولُ : احْضُرْ وَزْنَكَ، فَيَقُولُ : يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ، فَقَالَ : إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ، قَالَ : فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفَّةٍ، فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ .

''اللہ تعالیٰ روز قیامت میری امت کے ایک آدمی کو تمام لوگوں کے سامنے الگ کرے گا، اس کے (اعمال کے) ننانوے دفاتر پھیلا دیے جائیں گے، ہر دفتر تا حد نگاہ وسیع ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا تجھے اس میں سے کسی چیز پر اعتراض ہے؟ کیا تم پر میرے محافظ کاتبوں نے ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں، میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا: تیرے پاس کوئی عذر؟ وہ کہے گا: نہیں، میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا: بلکہ تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے، آج تیرے ساتھ

ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ایک پرچی نکالی جائے گی، جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ، اپنے اعمال کا وزن خود دیکھ لو۔ وہ کہے گا: میرے رب! اس پرچی کا ان (بڑے بڑے) دفاتر کے ساتھ کیا مقابلہ؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ سے کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہوگی۔ تو تمام دفاتر کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور پرچی کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا، وہ تمام دفاتر (ہلکے ہونے کی وجہ سے) اوپر اُٹھ جائیں گے اور پرچی جھک جائے گی۔ (در اصل) اللہ کے نام سے زیادہ کسی چیز کا وزن نہیں ہوگا۔''

(سنن التّرمذي : 2639، سنن ابن ماجه : 4300، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۲۵) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۵۲۹) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُلْتَفَتُ إِلٰى مُلْحِدٍ مُعَانِدٍ يَقُولُ : الْأَعْمَالُ أَعْرَاضٌ لَا تَقْبَلُ الْوَزْنَ، وَإِنَّمَا يَقْبَلُ الْوَزْنَ الْاَجْسَامُ! فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْلِبُ الْأَعْرَاضَ أَجْسَامًا ...... فَثَبَتَ وَزْنُ الْأَعْمَالِ وَالْعَامِلِ وَصَحَائِفِ الْأَعْمَالِ، وَثَبَتَ أَنَّ الْمِيزَانَ لَهٗ كِفَّتَانِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْكَيْفِيَّاتِ، فَعَلَيْنَا الْإِيمَانُ بِالْغَيْبِ، كَمَا أَخْبَرَنَا الصَّادِقُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ وَلَا نُقْصَانٍ، وَيَا خَيْبَةَ مَنْ يَنْفِي وَضْعَ الْمَوَازِينِ الْقِسْطِ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا أَخْبَرَ

الشَّارِعُ، لِخَفَاءِ الْحِكْمَةِ عَلَيْهِ، وَيَقْدَحُ فِي النُّصُوصِ بِقَوْلِهِ : لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْمِيزَانِ إِلَّا الْبَقَّالُ والفوَّال! وَمَا أَحرَاهُ بِأَنْ يَكُونَ مِنَ الَّذِينَ لَا يُقِيمُ اللّٰهُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْحِكْمَةِ فِي وَزْنِ الْأَعْمَالِ إِلَّا ظُهُورُ عَدْلِهِ سُبْحَانَهٗ لِجَمِيعِ عِبَادِهٖ، فَإِنَّهٗ لَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ، مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ أَرْسَلَ الرُّسُلَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ، فَكَيْفَ وَوَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْحِكَمِ مَا لَا اطِّلَاعَ لَنَا عَلَيْهِ .

''ملحد ومعاند کا یہ قول ناقابل التفات ہے کہ اعمال اعراض ہیں، ان کا وزن نہیں ہوسکتا، وزن تو جسم والی اشیا کا ہوتا ہے! اللہ تعالیٰ اعراض کو اجسام میں تبدیل کردے گا۔......پس ثابت ہوا کہ اعمال، عامل اور صحیفوں کا وزن ہوگا، یہ بھی ثابت ہوا کہ ترازو کے دو پلڑے ہوں گے، اس کے ماورا کیا کیفیات ہیں؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارے ذمہ تو غیب پر ایمان لانا ہے، جیسا کہ سچے نبی ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے، اس میں نہ زیادتی کی جائے اور نہ کمی۔ کتنے بدبخت ہیں وہ لوگ، جو قیامت کے دن عدل کا ترازو قائم ہونے کا انکار صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اس کی حکمت پوشیدہ ہے۔ یہ نصوص میں قدح کرتے ہوئے کہتے ہیں: ترازو کی ضرورت تو دکاندار اور سبزی فروش کو ہوتی ہے!! خدشہ ہے کہ ان لوگوں کا شمار ان میں نہ ہو جائے، (کہ کفر کی وجہ سے) جن کے لیے اللہ تعالیٰ ترازو ہی قائم نہیں کرے گا۔ اگر اعمال کے وزن میں

یہی حکمت ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے لیے عدل وانصاف کو ظاہر کرے گا، تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کے پاس یہ وجہ ہو سکتی ہے؟ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا۔ (یہ تو ہے ایک حکمت) اس کے علاوہ جن حکمتوں کو ہم نہیں جانتے، معلوم نہیں وہ کیا ہوں گی؟''

(شرح الطّحاوية، ص 419)

سوال: درج ذیل حدیث کا کیا حکم ہے؟

«حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ»

''نیکوکاروں کی حسنات اللہ کے مقرب بندوں کی سیئات ہوتی ہیں۔''

جواب: یہ کلام نبی کریم ﷺ سے قطعاً منقول نہیں، بلکہ کسی صوفی کا مقولہ ہے۔ یہ مقولہ سلف صالحین میں سے کسی نے نہیں کہا۔

اگر اس مقولہ سے یہ مراد لیا جائے کہ بعض کی نیکیاں دوسروں کے لیے برائیاں ہوتی ہیں، تو یہ باطل ہے، کیونکہ کوئی نیکی برائی نہیں بنتی۔ البتہ اگر یہ مراد لیا جائے کہ اللہ کے بعض بندے اتنے مقرب ہوتے ہیں کہ وہ ہمیشہ افضل عمل ہی کرتے ہیں اور چھوٹی نیکی کے بجائے بڑی نیکی کرتے ہیں اور بڑی نیکی کو اس دوام سے کرتے ہیں، جیسے چھوٹی نیکی ان کے ہاں برائی ہو، تو اس صورت میں اس معنی کو کسی حد تک درست کہا جا سکتا ہے۔

بہر صورت ایسے مبہم مقولے چونکہ اسلاف اُمت سے منقول و ماثور نہیں، لہٰذا انہیں ترک کرنا ہی اولیٰ ہے، خواہ اس سے صحیح معنی ہی مراد لیا جائے۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا كَلَامُ بَعْضِ النَّاسِ وَلَيْسَ هُوَ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ کسی شخص کا کلام ہے، یہ نبی کریم ﷺ کی بات نہیں ہے۔''

(مَجموع الفَتاوىٰ : 383/18، أحاديث القُصّاص : 58)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَصْطَرِعَانِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : هَيَّ حَسَنُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لِمَ تَقُولُ : هَيَّ حَسَنُ؟ فَقَالَ : إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ : هَيَّ حُسَيْنُ .

''سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھاگ رہے ہوتے اور آپ فرماتے :هَيَّ حَسَنُ (حسن زندہ باد)، فاطمہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں : اللہ کے رسول! آپ حسن سے کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا: جبریل علیہ السلام حسین سے کہتے ہیں اور میں حسن سے۔''

(معجم أبي يعلى الموصلي : 19)

جواب: یہ روایت منکر (ضعیف) ہے۔ عمر بن ابی خلیفہ عبدی کی محمد بن زیاد سے روایت پر کلام ہے۔

سوال: جائز وسیلے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: دُعا میں وسیلے کی تین قسمیں جائز ومشروع ہیں:

① اسمائے حسنیٰ اور صفات باری تعالیٰ کا وسیلہ مثلاً: اللہ! اپنی رحمت کے وسیلے ہمارے حال پہ رحم فرما۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا﴾ (الأعراف: 180)

''اللہ کے خوب صورت نام ہیں، ان ناموں کے وسیلے سے اس سے مانگا کرو۔''

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (671ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿فَادْعُوهُ بِهَا﴾، أَيِ اطْلُبُوا مِنْهُ بِأَسْمَائِهٖ، فَيُطْلَبُ بِكُلِّ اسْمٍ مَّا يَلِيقُ بِهٖ، تَقُولُ : يَا رَحِيمُ ارْحَمْنِي ....

''اللہ کا فرمان ہے: ﴿فَادْعُوهُ بِهَا﴾ (اللہ سے اسمائے حسنیٰ کے وسیلے سے دعا کرو)، اللہ سے اس کے ناموں کے وسیلے سے مانگو۔ ہر نام کے وسیلے سے وہ دعا مانگی جائے، جو اس نام کے معنی میں ہو، مثلاً؛ رحیم! مجھ پر رحم فرما......۔''

(تفسير القُرطبي: 327/7)

② نیک اعمال کا وسیلہ۔

❁ قرآن میں اہل ایمان کی صفت بیان ہوئی ہے:

﴿اَلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ إِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (آل عمران: 16)

''اہل ایمان کہتے ہیں: ربّ کریم! ہم ایمان لائے ہیں، اسی باعث ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں جہنم سے پناہ میں رکھ۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (774ھ) فرماتے ہیں:

’’مؤمن کہتے ہیں: رب! ہم تجھ پر، تیری کتاب اور تیرے رسول پر ایمان لے آئے۔ چونکہ ہم تجھ پہ ایمان رکھتے ہیں اور تیری نازل کردہ شریعت پر سر تسلیم خم ہیں، اسی طفیل ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر: 23/2)

❁ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے دعا کی:

﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾

(آل عمران: 53)

’’ربِّ کریم! ہم تیری وحی پر ایمان لائے اور تیرے رسول کی پیروی کی، ہمارا نام بھی تصدیق کرنے والوں میں شامل فرما۔‘‘

❁ اللہ تعالیٰ عقل مندوں کی نشانیاں بیان کرتا ہے:

﴿رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾

(آل عمران: 193)

’’ہمارے ربّ! ہم نے ایک منادی کو کہتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لے آیئے، تو ہم ایمان لے آئے، رب! اسی طفیل ہمارے گناہ معاف فرما، ہم سے ہماری برائیاں دور کر اور ہمیں صالحین کے ساتھ موت نصیب فرما۔‘‘

معلوم ہوا کہ دُعا میں نیک اعمال کا وسیلہ مشروع ہے۔ نیک اور عقل مند لوگوں کا یہی وطیرہ ہے۔ یہ جائز وسیلہ استعمال کرنا چاہیے۔

❁ صحیح حدیث میں اصحابِ غار کا قصہ وارد ہوا ہے، ان اللہ والوں نے مصیبت میں

نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا تھا اور ان کی پریشانی ختم ہو گئی تھی۔

(صحیح البخاري : 5974، صحیح مسلم : 2743)

③ وسیلہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی زندہ، صالح اور موحّد سے دعا کرائی جائے، اس کی دلیل سورت نساء (64) میں ہے۔

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصیبت اور پریشانی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا کرواتے تھے۔ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حق میں دعا کرائی تھی۔ (سنن التّرمذي : 3578، وسندہٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے دعا کرائی۔

(صحیح البخاري : 1010)

قرآن وسنت سے وسیلہ کی مذکورہ تین اقسام ہی ثابت ہیں۔ اہل سنت کا انہی پر عمل ہے اور مسلمانوں کو انہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب درج ذیل روایت کی کیا حقیقت ہے؟

تَوَسَّلُوا بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ .

''میرے مقام ومرتبے کے وسیلے سے دعا کیا کریں، اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا مقام بہت بلند ہے۔''

جواب: یہ الفاظ بھی بیان کیے جاتے ہیں:

إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوهُ بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ .

''اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، تو میرے مقام کے وسیلے سے مانگا کریں، میرا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔''

جبکہ یہ روایت بے اصل و بے ثبوت ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸) فرماتے ہیں:

رَوٰى بَعْضُ الْجُهَّالِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ : إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوهُ بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ، وَهٰذَا الْحَدِيثُ كَذِبٌ، لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِّنْ كُتُبِ الْمُسْلِمِينَ الَّتِي يَعْتَمِدُ عَلَيْهَا أَهْلُ الْحَدِيثِ، وَلَا ذَكَرَهٗ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، مَعَ أَنَّ جَاهَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَعْظَمُ مِنْ جَاهِ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ.

''بعض جاہل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب یہ روایت بیان کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، تو میرے مقام ومرتبہ کے وسیلے سے مانگا کریں، میرا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔'' یہ روایت جھوٹی ہے۔ مسلمانوں کی کسی کتاب میں اس کا وجود نہیں، جس پر محدثین اعتماد کرتے تھے۔ محدثین میں سے کسی نے اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔ یہ تو برحق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام انبیا ورسل سے بڑھ کر ہے، (لیکن اس مقام ومرتبے کو وسیلہ بنانا مشروع نہیں)۔''

(قاعدة جليلة في التوسّل والوسيلة، ص 252)

❁ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ يَرْوِهٖ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَا هُوَ شَيْءٌ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ.

''اس روایت کو اہل علم میں سے کسی نے روایت نہیں کیا، کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔''

(تفسير الألوسي : 296/3)

۞ علامہ محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ (۱۳۲۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَا هُوَ فِي شَيْءٍ مِّنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ.

''اسے اہل علم نے روایت نہیں کیا، نہ ہی کتب حدیث میں اس کا وجود ہے۔''

(صِيانة الإنسان، ص 188)

سوال: کیا مؤمن جنت میں اپنے اعمال کی وجہ سے جائیں گے؟

جواب: جنت میں وہ شخص ہی داخل ہوگا، جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا، البتہ اللہ کی رحمت اہل ایمان کے لیے ہوگی، نہ کہ کافروں اور مشرکوں کے لیے۔

رہے گناہ گار مومن، تو یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا پر ہے کہ انہیں معاف کر دے اور سزا دیے بغیر جنت میں داخل کر دے یا انہیں سزا دے کر جنت میں داخل کر دے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

(الزُّخرف : ٧٢)

''تمہارے اعمال کے طفیل تمہیں اس جنت کا وارث بنایا گیا ہے۔''

❀ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (النّحل : ٣٢)

''اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَنْ يُّدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوا : وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : لَا، وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِي اللّٰهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَلَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَسْتَعْتِبَ .

''کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کا عمل بھی آپ کو جنت میں داخل نہیں کر سکتا؟ فرمایا: نہیں، میں بھی تب تک داخل نہیں ہو سکتا، جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے مجھے ڈھانپ نہیں لے گا۔ لہٰذا درمیانہ اور درست راستہ اختیار کریں اور ادھر اُدھر مت بھٹکیں۔ کوئی موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ نیکوکار ہے، تو ممکن ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کما لے اور اگر گناہ گار ہے، تو شاید اسے توبہ کی توفیق مل جائے۔''

(صحيح البخاري : 5673، صحيح مسلم : 2816)

آیات اور حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مؤمن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی جنت میں جائے گا، البتہ رحمت الٰہی کا استحقاق ایمان اور اعمال صالحہ کی بنا پر حاصل ہو گا۔

سوال: کیا امام شافعی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قبر سے تبرک لیا؟

جواب: امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک روایت ہے:

إِنِّي لَأَتَبَرَّكُ بِأَبِي حَنِيفَةَ، وَأَجِيءُ إِلٰى قَبْرِهٖ فِي كُلِّ يَوْمٍ، يَعْنِي زَائِرًا، فَإِذَا عَرَضَتْ لِي حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، وَجِئْتُ إِلٰى قَبْرِهٖ،

وَسَأَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى الْحَاجَةَ عِنْدَه، فَمَا تَبْعُدُ عَنِّي حَتّٰى تُقْضٰى .

''میں امام ابوحنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر ہر روز زیارت کے لیے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے، تو میں دو رکعتیں ادا کرتا ہوں اور ان کی قبر کی طرف جاتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت کا سوال کرتا ہوں، جلد ہی وہ ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب :135/1)

جھوٹی اور باطل روایت ہے۔عمر بن اسحاق بن ابراہیم کا کتبِ رجال میں ذکر نہیں۔ اس کے باوجود محمد زاہد کوثری صاحب نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(مقالات الکوثري : 380)

جس سند کے راوی کا کتبِ رجال میں ذکر ہی نہ ہو، وہ صحیح کیسے ہو سکتی ہے؟

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''ایسی جھوٹی روایت ہے، جس کا جھوٹا ہونا ہر اس شخص کو معلوم ہو جاتا ہے، جو فن روایت سے ادنیٰ معرفت رکھتا ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ جب بغداد تشریف لائے، تو وہاں قطعاً کوئی ایسی قبر موجود نہیں تھی، جس پر دعا کے لیے حاضر ہوا جاتا ہو۔ یہ چیز امام شافعی رحمہ اللہ کے دور میں معروف ہی نہیں تھی، امام شافعی رحمہ اللہ نے حجاز، یمن، شام، عراق اور مصر میں انبیائے کرام اور صحابہ و تابعین کی قبریں دیکھی تھیں۔ یہ ہستیاں تو امام شافعی اور تمام مسلمانوں کے ہاں امام ابوحنیفہ اور ان جیسے دوسرے علما سے افضل تھیں۔ کیا وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے سوائے امام ابوحنیفہ کے کسی کی قبر پر دعا نہیں کی؟ پھر امام ابوحنیفہ کے وہ شاگرد، جنہوں

نے ان کی صحبت پائی تھی، مثلاً ابو یوسف، محمد (بن حسن)، زفر اور حسن بن زیاد، نیز ان کے طبقے کے دوسرے لوگ امام ابوحنیفہ یا کسی اور کی قبر پر دعا نہیں کرتے تھے۔ پھر یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نیک لوگوں کی قبروں کی تعظیم مکروہ ہے، کیونکہ اس میں فتنے کا خدشہ ہے۔ اس طرح کی جھوٹی روایات وہ لوگ گھڑتے ہیں، جو علمی اور دینی اعتبار سے تنگدست ہوتے ہیں یا پھر ایسی روایات مجہول و غیر معروف لوگوں سے منقول ہوتی ہیں۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم، ص 165)

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''ہمارے استاذ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) قدس اللہ سرہ نے فرمایا: قبروں کے پاس بدعت پر مبنی امور کے کئی مراتب ہیں۔ سب سے بڑھ کر شریعت کے منافی مرتبہ یہ ہے کہ میت سے اپنی حاجت روائی کا سوال کیا جائے اور اس سے مدد کی درخواست کی جائے، جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ یہ لوگ بت پرستوں جیسے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات شیطان ان کے سامنے کسی میت یا کسی غیر موجود شخص کی صورت میں آتا ہے اور بت پرستوں کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ مشرکوں، کافروں اور اہل کتاب کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ہاں قابل تعظیم ہستی کو پکارتے ہیں، تو شیطان ان کے سامنے اس کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے، کبھی تو انہیں بعض غیبی امور کی خبر بھی دیتا ہے۔ ...... قبروں کو سجدہ کرنا، انہیں تبرک کی نیت سے چھونا اور انہیں چومنا بھی اسی مرتبے سے تعلق رکھتا ہے۔ ...... دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ قبر والوں کے طفیل اللہ

تعالیٰ سے دُعا کی جائے۔ بہت سے متاخرین ایسا کرتے ہیں۔اس کام کے بدعت ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔...... چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ انسان کسی بزرگ کی قبر کے پاس دُعا کی قبولیت کا اعتقاد رکھے یا یہ سمجھے کہ وہاں دُعا کرنا مسجد میں دعا کرنے سے افضل ہے اور اسی خیال سے وہ قبر کی زیارت کو جائے اور وہاں اپنی حاجات پوری کرنے کے لیے نماز ادا کرے۔مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ کام بھی منکر بدعات میں سے ہے، جو کہ حرام ہیں۔ مجھے اس بارے میں ائمہ دین کا کوئی اختلاف معلوم نہیں۔ ہاں، متاخرین میں سے بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں۔بعض تو کہتے ہیں کہ فلاں کی قبر تجربہ شدہ تریاق ہے۔ امام شافعی کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس دُعا کرنے کی جو روایت بیان کی جاتی ہے، وہ صاف جھوٹ ہے۔''

(إغاثة اللّهفان مِن مَصايد الشّيطان :218/1)

سوال: کیا امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر سے تبرک اور وسیلہ لیا گیا؟

جواب:اس حوالہ سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو؛

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ بَشْكَوَالَ : أَخْبَرَنَا الْقَاضِي الشَّهِيدُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قِرَاءَ ةً عَلَيْهِ، وَأَنَا أَسْمَعُ، قَالَ : قَرَأْتُ عَلٰى أَبِي عَلِيٍّ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغَسَّانِيِّ، قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ طَاهِرُ بْنُ مُفَوِّزٍ الْمُعَافِرِيُّ، قَالَ : أَنَا أَبُو الْفَتْحِ وَأَبُو اللَّيْثِ نَصْرُ بْنُ الْحَسَنِ التَّنْكَتِيُّ، الْمُقِيمُ بِسَمَرْقَنْدَ، قَدِمَ عَلَيْهِمْ بِلَنْسِيَةَ، عَامَ أَرْبَعَةٍ وَّسِتِّينَ وَأَرْبَعِ

مِائَةٍ، قَالَ : قُحِطَ الْمَطَرُ عِنْدَنَا بِسَمَرْقَنْدَ فِي بَعْضِ الْأَعْوَامِ، قَالَ : فَاسْتَسْقَى النَّاسُ مِرَارًا، فَلَمْ يُسْقَوْا، قَالَ : فَأَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الصَّالِحِينَ مَعْرُوفٌ بِالصَّلَاحِ، مَشْهُورٌ بِهٖ، إِلٰى قَاضِي سَمَرْقَنْدَ، فَقَالَ لَهٗ : إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَأْيًا أَعْرِضُهٗ عَلَيْكَ، قَالَ : وَمَا هُوَ؟ قَالَ : أَرٰى أَنْ تَخْرُجَ وَيَخْرُجَ النَّاسُ مَعَكَ إِلٰى قَبْرِ الْإِمَامِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَبْرُهٗ بِخَرَتْنَكَ، وَتَسْتَسْقُوا عِنْدَهٗ، فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّسْقِيَنَا، قَالَ : فَقَالَ الْقَاضِي : نِعْمَ مَا رَأَيْتَ، فَخَرَجَ الْقَاضِي، وَخَرَجَ النَّاسُ مَعَهٗ، وَاسْتَسْقَى الْقَاضِي بِالنَّاسِ، وَبَكَى النَّاسُ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَتَشَفَّعُوا بِصَاحِبِهٖ، فَأَرْسَلَ اللّٰهُ السَّمَاءَ بِمَاءٍ عَظِيمٍ غَزِيرٍ، أَقَامَ النَّاسُ مِنْ أَجْلِهٖ بِخَرَتْنَكَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ أَوْ نَحْوَهَا، لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ الْوُصُولَ إِلٰى سَمَرْقَنْدَ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ وَغَزَارَتِهٖ، وَبَيْنَ خَرَتْنَكَ وَسَمَرْقَنْدَ ثَلَاثَةُ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوُهَا .

''سمرقند میں ایک سال قحط پڑا۔ لوگوں نے بہت دفعہ بارش طلبی کے لیے دُعائیں کیں، لیکن بارش نہ ہوئی۔ ایک نیک آدمی جس کا ورع وتقویٰ مشہور تھا، وہ قاضی سمرقند کے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے، میں وہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ قاضی نے کہا: وہ ترکیب کیا ہے؟ اس نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ اور تمام لوگ امام محمد بن اسماعیل

بخاری رحمہ اللہ کی ''خرتنک'' میں پائی جانے والی قبر کے پاس جا کر بارش کی دُعا کریں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرما دے۔ امام صاحب کی قبر خرتنک میں ہے۔ قاضی اور تمام لوگ باہر نکلے اور امام صاحب کی قبر کے پاس جا کر بارش کی دُعا کی، اللہ کے ہاں گڑگڑائے اور امام صاحب کا وسیلہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ بارش نازل کی۔ اس بارش کی وجہ سے لوگوں کو خرتنک میں تقریباً سات دن ٹھہرنا پڑا۔ بارش کی بنا پر کوئی بھی سمرقند نہ جا سکتا تھا۔ خرتنک اور سمرقند کے درمیان تقریباً تین میل کا فاصلہ تھا۔''

(الصّلة في تاريخ أئمّة الأندَلُس لابن بَشكوال، ص 603، وسندهٗ صحيحٌ)

پانچویں صدی کے اواخر کے بعض لوگوں کا عمل دین کیسے بن گیا؟ ایک شخص کے کہنے پر بادشاہ اور اس کی رعایا کا یہ عمل قرآن وسنت اور سلف صالحین کے تعامل کے خلاف تھا۔ رہا بارش کا ہو جانا، تو وہ ایک اتفاقی امر ہے۔ آج بھی کتنے ہی مشرکین قبر والوں سے اولادیں مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اولاد ملتی ہے، تو سمجھ بیٹھتے ہیں کہ صاحبِ قبر نے ان پر یہ عنایت کی ہے۔ کیا بتوں کے پجاریوں اور ان سے مانگنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز نہیں ملتی؟ اور کیا ان کی کوئی مراد پوری ہو جانا بت پرستی کے جواز کی دلیل ہے؟ قرآن وحدیث میں بزرگوں کی قبروں پر دُعا اور ان کے توسل کا کوئی جواز نہیں۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا، تو صحابہ وتابعین ضرور ایسا کرتے۔ خیر القرون کے بعد دین میں منکر کام داخل ہو گئے تھے، یہ بھی انہی کاموں میں سے ہے۔ اس دور میں کسی کے عمل کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

سوال: اہل سنت والجماعت کسی کے متعلق رائے قائم کرنے کا معیار کیا ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت توسط پر ہیں، وہ اپنے ہر قول، فعل اور نظریے میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں، افراط وتفریط سے کام نہیں لیتے، ہر معاملہ میں راہِ اعتدال پر گامزن

رہتے ہیں۔ ہر ایک کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ يَتَكَلَّمُونَ بِعِلْمٍ وَّعَدْلٍ، وَيُعْطُونَ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ.

''اہل سنت علم اور عدل کے ساتھ کلام کرتے ہیں اور ہر حق دار کو اس کا حق دیتے ہیں۔'' (منهاج السّنّة : 358/4)

❁ مزید فرماتے ہیں:

الْكَلَامُ فِي النَّاسِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ بِعِلْمٍ وَعَدْلٍ، لَا بِجَهْلٍ وَظُلْمٍ، كَحَالِ أَهْلِ الْبِدَعِ.

''واجب ہے کہ انسانوں سے متعلق رائے میں علم وعدل سے کام لیا جائے، اہل بدعت کی طرح جہالت اور ظلم پر مبنی بات نہ کی جائے۔''

(مِنهاج السّنة : 337/4)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ سَلَكَ سَبِيلَ أَهْلِ السُّنَّةِ اسْتَقَامَ قَوْلُهٗ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْحَقِّ وَالِاسْتِقَامَةِ وَالِاعْتِدَالِ، وَإِلَّا حَصَلَ فِي جَهْلٍ وَّكَذِبٍ وَّتَنَاقُضٍ كَحَالِ هٰؤُلَاءِ الضُّلَّالِ.

''جو اہل سنت کے طریقہ پر چلا، اس کا قول درست ہوگا اور وہ حق، استقامت اور اعتدال والا ہوگا۔ جو اہل سنت کے راستہ پر نہ چلا، وہ جہالت، جھوٹ اور تناقض کا شکار ہو جائے گا جیسا کہ ان گمراہوں کی حالت ہے۔''

(مِنهاج السّنّة : 313/4)